کتاب نما

اسوۂ حسنہ' قرآن کی روشنی میں ' محمد شریف قاضی- ناشر: فیروز سنز' لاہور- صفحات ۵۲۸-
قیمت: ۲۵۰ روپے-

بلاشبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "سیرت طیبہ ایک بحر بیکراں اور ایک لا متناہی سمندر کی حیثیت رکھتی ہے" اور اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں نے مختلف نیتوں' جذبوں اور ارادوں سے سیکڑوں اور ہزاروں کتابیں لکھی ہیں- محمد شریف قاضی صاحب کا مقصد یہ ہے کہ "سیرت طیبہ نے انسان کا جو مقصد زندگی مقرر کیا ہے' اسے سمجھا جائے اور صرف اسی کو زندگی کا نصب العین بنایا جائے"- (عرض مولف) مصنف کو دس بارہ سال تک ایک پس ماندہ ضلع کی دیہاتی اور ناخواندہ آبادی میں تحریک اسلامی کا کام کرنے کا موقع ملا- ان کا مشاہدہ ہے کہ عوام کی اکثریت آپؐ کے اسوہ حسنہ کے ان قابل تقلید پہلوؤں سے ناآشنا ہے جو ایک مسلمان کی شب و روز کی ایک اہم ضرورت ہیں- مصنف نے سیرت طیبہ کے پیغام پر زور دیتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہم سیرتؐ کے آئینے میں ایک اسلامی معاشرے کی تعمیر و تزئین کیوں کر کر سکتے ہیں-وہ کہتے ہیں کہ میں نے "اسوہ حسنہ" میں حیات رسولؐ کے ان اہم اور ضروری پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے جن کی "ہر مسلمان کو بالعموم اور تحریک اسلامی کے کارکنوں کو بالخصوص شب و روز ضرورت پڑتی ہے"-(ص ۲۰)

آٹھ ابواب پر مشتمل اس کتاب کے مباحث و مطالب کو چھوٹی چھوٹی ذیلی اور ضمنی سرخیوں کے تحت پیش کیا گیا ہے- مطالب کی تفہیم اور وضاحت کا یہ آسان طریقہ' مفید اور کامیاب ہے- (تاہم کتابت میں ذیلی سرخیوں کا نظام درست اور ہموار نہیں رہ سکا' نہ فہرست اور نہ متن میں)- عنوان کتاب "اسوہ حسنہ" کے ذیل میں "قرآن کی روشنی میں" کے الفاظ درج ہیں-چنانچہ مصنف نے ترجیحا اور اولاً قرآن پاک ہی سے استشہاد کیا ہے- یوں تو ماخذ کی فہرست میں ۳۶ کتب کے نام درج ہیں لیکن خاصی بڑی تعداد میں تلخیص تفہیم القرآن' تلخیص سیرت سرور دوعالمؐ' تلخیص محسن انسانیتؐ قسم کے حوالوں سے ایک تاثر تو یہ ہوتا ہے کہ مصنف نے بہت کچھ دو سروں سے اخذ کر کے اسے مرتب کر دیا ہے لیکن اس طرز تالیف کے کچھ فوائد بھی ہیں' مثلاً: یہ کہ بیشتر مطالب کے

استناد کی ذمہ داری مصنف کی اپنی نہیں رہتی' دوسرے یہ کہ اس طرز پر تالیف و تدوین میں نسبتاً آسانی رہتی ہے۔ مصنف نے واقعات کی تفصیل سے عموماً اجتناب برتا ہے' مثلاً غزوۂ بدر اور تبوک: پون پون صفحہ' فتح مکہ' غزوہ خندق: ایک صفحہ' غزوہ احد: سوا صفحہ۔ البتہ اسلامی نظام حیات کے مختلف پہلو عمدگی سے سامنے آجاتے ہیں۔

"اسوۂ حسنہ" کو سیرت النبیؐ کے قومی مقابلے میں انعام بھی مل چکا ہے۔ سیرت نبویؐ کے شائقین کے لیے یہ ایک ایسی مفید کتاب ہے جو ذمہ داری اور احتیاط سے لکھی گئی ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

شاہنامہ بالاکوٹ' علیم ناصری۔ ناشر: ادارہ مطبوعات سلیمانی' اردو بازار' لاہور۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

یہ کتاب گذشتہ صدی کی ابتدائی دہائیوں میں برپا ہونے والی تحریک جہاد و اصلاح کی منظوم تاریخ کی جلد اول ہے' جو پہلے شائع ہوئی تھی' اب اسے کچھ اضافوں کے ساتھ از سرنو مرتب کر کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ جلد جنگ اتمان زئی تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد زیر تالیف ہے وہ جنگ پنج تار سے شروع ہو کر معرکہ بالاکوٹ پر انجام پذیر ہو گی۔

"شاہنامہ بالاکوٹ" کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تیاری میں مولانا ابو الحسن علی ندوی' مولانا مسعود عالم ندوی' غلام رسول مہر اور شیخ محمد اکرام ایسے بلند پایہ محققین کی کاوشوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ واقعات میں رنگ آمیزی نہ ہو۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آخر میں ضروری مقامات کی تشریح و توضیح کے لیے حواشی و تعلیقات کا اضافہ کیا گیا ہے جو مستند اور معتبر ماخذ پر مبنی ہیں۔ اکثر و بیشتر ماخذ کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ شاہنامہ کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بلا کی روانی ہے اور ہر حصہ نظم علیم ناصری کی معلومات اور فن شاعری میں ان کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تاریخ عموماً نثر میں لکھی جاتی ہے لیکن اگر شاعر مشاق اور پختہ کار ہو تو وہ تاریخ کے خشک بیانات کو دلچسپ اور پر تاثیر بنا دیتا ہے۔ اس طرح کی منظومات قوموں کی بیداری اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ماضی قریب میں حالی' شبلیؒ' اقبال اور ظفر علی خاں کی نظموں نے یہی کردار ادا کیا ہے۔ بعض شعرا نے جنگ ناموں اور شاہناموں کی صورت میں اسلاف کے ولولہ انگیز کارناموں کو محفوظ کرنے کی سعی کی ہے۔ فارسی میں فردوسی کا "شاہنامہ" اس کی عمدہ مثال ہے۔ فارسی اور اردو میں جو دوسرے جنگ نامے یا شاہنامے لکھے گئے ہیں وہ بھی طبائع پر خاص اثر ڈالتے ہیں۔ اردو میں حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" پڑھ کر یقیناً روح جھوم اٹھتی ہے۔ علیم ناصری کا "شاہنامہ بالاکوٹ" اسی نوع کی ایک طویل نظم ہے جس کا موضوع ہماری قومی و ملی تاریخ ہی کا ایک دور ہے۔ اس دور میں سید احمد

شہید" اور ان کے رفقا کو جن حالات سے دوچار ہونا پڑا اور انھوں نے مسلمانوں کو متحد و منظم کر کے اور ان میں روح جہاد پھونک کر طاغوتی طاقتوں کو جس طرح لرزہ براندام کیا' اس کی تفصیل اس نظم میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مصلحین کی اصلاحی و تبلیغی کوششوں کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے مسلمان عوام اور خواص کی کمزوریوں اور تنگ نظری و کوتاہ فکری کے تباہ کن نتائج بھی بیان کیے گئے ہیں۔ غرضیکہ یہ نظم ہماری اجتماعی زندگی کا ایسا آئینہ ہے جس میں جھانک کر ہم ماضی میں اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کے اسباب و علل سے بخوبی آگاہ ہو سکتے ہیں اور اپنے حال اور مستقبل کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

علیم ناصری نے مبالغہ آرائی کی بجائے واقعہ نگاری کو ترجیح دی ہے۔ ان کا اسلوب بیان ولولہ انگیز اور ایمان افروز ہے۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے زیر نظر کاوش کو "دینی جنگ نامہ" قرار دیتے لکھا ہے کہ "اس کا ہر ہر لفظ ایمان و یقین میں لپٹا ہوا اور جذبہ جہاد میں ملفوف ہے"۔ انھوں نے زبان پر شاعر کی' غیر معمولی قدرت کا بھی اعتراف کیا ہے۔ ان کے بقول اس نظم میں "کوئی لفظ بے جا اور بے محل استعمال نہیں ہوا"۔

ہمارے ہاں تضمین کا ایک معروف طریقہ یہ ہے کہ جس شعر یا مصرع کی تضمین کی جاتی ہے' اس کو واوین میں درج کر کے اس شاعر کا نام بھی لکھ دیا جاتا ہے جس کے کلام کی تضمین کی جاتی ہے۔ زیر نظر کتاب میں اس کا پورا اہتمام نہیں ہو سکا۔ کہیں واوین کا استعمال کیا گیا ہے اور کہیں شاعر کا نام دے دیا گیا ہے اور بعض مقامات پر دونوں امور کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ درج ذیل شعر کو فاضل مصنف نے علامہ اقبال سے منسوب کیا ہے:

بیا پیدا خریدار است و جان ناتوانے را پس از مدت گزر افتاد بر ما کاروانے را

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر کا مصرع ثانی نظیری کا ہے جس کو اقبال نے تضمین کیا ہے اور پھر تضمین شدہ مصرع کی اصل صورت یہ ہے: "پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را"

زیر نظر منظوم کاوش میں حواشی اور تعلیقات کا اہتمام یقیناً لائق تحسین ہے' لیکن حوالوں کے اندراج کا انداز بہتر بنانے کی ضرورت تھی۔ اگر حوالے مکمل کتابیاتی کوائف کے ساتھ دیے جاتے تو ان کی افادیت بڑھ جاتی۔ اصول یہ ہے کہ پہلی بار حوالہ مکمل کوائف کے ساتھ درج کیا جائے' پھر مختصر کوائف کے ساتھ' اور آخر میں کتابوں کی مکمل فہرست دے دی جائے۔ اسی طرح کتاب کے ساتھ ایک نقشہ ہونا چاہیے تھا جس میں جملہ متعلقہ مقامات دکھائے جاتے۔ مزید برآں پروف خوانی پر مزید توجہ کی ضرورت تھی۔ بلاشبہ "شاہنامہ بالاکوٹ" جناب علیم ناصری کی ایک قومی و ملی خدمت اور ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ اس سے اردو کے شعری ادب میں یقیناً گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

The Sabres of Two Easts، ڈاکٹر عطاء اللہ بوگدان کوپانسکی۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، بلاک ۱۹، مرکز ایف سیون، اسلام آباد۔ صفحات: ۴۴۸۔ قیمت ۳۰۰ روپے۔

عالمی ذرائع ابلاغ احیاے اسلام کی تحریکوں پر بنیاد پرستی کا لیبل لگا کر انھیں مطعون کرتے ہیں، مگر ہندو نسل پرستوں، یہودی انتہا پسندوں اور متعصب صلیبیوں سے ہمیشہ اغماض برتتے بلکہ "غض بصر" سے کام لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ صدیوں پرانے، اس غیر منصفانہ رویے کے باوجود انھوں نے ہمارے بعض دانش وروں کی "دانش" پر اپنی "معروضیت" کی دھاک بٹھا رکھی ہے۔ مسلمان ایک طویل عرصے سے مغربیوں کے محکوم چلے آرہے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ مسلم ممالک میں نہ تو مسلم اسپین کی تاریخ صحیح تناظر میں پڑھائی جاتی ہے اور نہ سلطنت عثمانیہ کے صدیوں پر پھیلے ہوئے کارنامے اجاگر کیے جاتے ہیں، حالانکہ گذشتہ چار صدیوں کے حوالے سے وہ مسلمانوں کی تاریخ کا نہایت قابل فخر باب ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بیشتر مسلم ممالک میں جھنڈوں کی پہچان اور "قومی" ترانوں کے ردھم پر تو بہت زور ہے مگر انھیں کبھی اس امر کی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ صدیوں پر محیط اپنے اس اثاثے کے وارث بن کر سامنے آئیں، اور عصبیت جاہلیہ سے قطع نظر سچائی کا کھوج لگانے کی کوشش کریں۔

کبھی کبھی کوئی فرزانہ کلمہ حق بلند کرتا ہے۔ ایسے فرزانے ہمارے کلمہ تحسین کے حق دار ہیں۔ ڈاکٹر عطاء اللہ کوپانسکی کی زیر تبصرہ کتاب بھی اسی اظہار صداقت کی ایک مستند، جامع اور منفرد کوشش ہے۔ کوپانسکی کا تعلق (جرمنی اور روس کے درمیان واقع) پولینڈ سے ہے۔ وہ کمیونسٹ عہد جبر میں مسلمان ہوئے تو قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اس نے ان کے "ذوق جرم" کو اور زیادہ بڑھایا۔ زیر نظر کتاب کا محرک تحریر، تلاش صداقت کا جذبہ ہے۔ کتاب کا ضمنی عنوان ہے: "مشرقی یورپ میں مسلمان، اور ان کے دوستوں اور دشمنوں کی ان کہی تاریخ"۔ اس کتاب میں کوپانسکی نے غیر جذباتی قلم، متوازن ذہن اور مشاق مورخ کی طرح بالخصوص پولینڈ، یوکرین، لتھوانیا، کریمیا اور بالعموم مشرقی یورپ میں اسلام کی آمد، اور اس کی راہ میں مزاحم قوتوں کا جائزہ لیا ہے۔ ہر بات اور ہر نکتے کو ثبوت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مصنف نے بلاواسطہ اور بالواسطہ بھی پولش زبان اور مشرقی یورپ کی دیگر زبانوں کے ماخذ کو کھنگالا ہے۔ انگریزی ماخذ سے تو بھرپور استفادہ کیا ہے۔

کتاب آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، جن میں پندرھویں صدی عیسوی سے لے کر بیسویں صدی تک کے تاریخی مدوجزر کو خوب صورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ اسلام سے محبت رکھنے کے باوجود مصنف کا قلم یک رخے پن کا شکار نہیں ہوا، بلکہ وہ مسلمانوں کی کوتاہیوں کو بھی ساتھ ساتھ بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ وہ مشرقی یورپ میں یہودی، عیسائی گٹھ جوڑ، یورپ پر یہودیوں کی گرفت کو نہایت خوبی کے ساتھ

پیش کرتے ہیں ۔سچی بات ہے کہ ہمیں چیچنیا میں اسلامی جہادی قوت کا اندازہ سب سے پہلے ٹالسٹائی کے ناول حاجی مراد سے ہوا اور پھر کرنل محمد حامد کی کتاب امام شامل سے ۔اسی طرح ہم لوگ بوسنیا کے مسلمانوں سے بے خبر تھے' اب یہ کتاب ہمیں خبر دے رہی ہے کہ یورپ میں مسلمانوں پر کیا گزری؟ مصنف نے دوسری جنگ عظیم کے واقعات کے پس منظر میں کارفرما استعماری قوتوں کا تار و پود بڑے مربوط انداز سے بکھیرا ہے ۔مثال کے طور پر بولیلین کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں: ۱۰ فروری ۱۹۴۵ کو یالٹا کی ایک سابق مسجد میں امریکی صدر روز ویلٹ نے اسٹالن سے پوچھا: کیا وہ فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی حمایت کریں گے؟ اسٹالن نے کہا: ہاں' لیکن آپ عرب کے بادشاہ ابن سعود کو کیا [جواب] دیں گے؟ روز ویلٹ نے مسکرا کر جواب دیا: میں بطور رعایت انھیں صرف ایک پیش کش کر سکتا ہوں' اور وہ یہ کہ ابن سعود کو امریکہ میں موجود ساٹھ لاکھ یہودی پیش کر دوں ۔ ہرچند کہ اسٹالن یہودیوں کو مفاد پرست اور دلال کہا کرتا تھا لیکن اس نے روز ویلٹ کے اس نظریے کی تائید کی 'کہ مشرقی یورپ اور جرمنی کے یہودیوں کو بھی فلسطین بھیج دیا جائے"۔(ص ۲۸۸)

گوپانسکی نے اس کتاب میں گزرے ہوئے لوگوں کا نوحہ بیان کرنے کے بجائے تاریخ اور اس کے فراز میں موجزن زیریں لہروں کو بے نقاب کیا ہے ۔جس میں کلچر' روایت اور تاریخ روح عصر کے ساتھ ساتھ چلتے دکھائی دیتے ہیں ۔ مصنف نے نہ صرف پرانے ریکارڈ اور دستاویزات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کی خوب چھان پھٹک کی ہے ۔تصویروں' گرافوں' نقشوں' منتخب کتابیات اور مفصل اشاریے نے کتاب کی اہمیت کو دوچند اور قاری کے لیے عام فہم بنا دیا ہے ۔ڈاکٹر انیس احمد کا دیباچہ کتاب کا بہترین تعارف ہے ۔اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کتاب کو اردو' عربی' فارسی اور ترکی زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جائے ۔(سلیم منصور خالد)

Teachers' Training: The Islamic Perspective ' ڈاکٹر ایم ظفر

اقبال ۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' اسلام آباد ۔ صفحات: ۲۴۰ ۔ قیمت: درج نہیں ۔

امت مسلمہ اپنی تقدیر کی تلاش میں جو جہاد کر رہی ہے اس کے کسی نہ کسی منظر کی جھلکیوں سے بین الاقوامی نیٹ ورک کا کوئی خبرنامہ خالی نہیں ہوتا ۔لیکن ایک دوسرا منظر کسی بھی مسلم آبادی کا وہ کلاس روم ہے' جہاں ایک استاد اپنے طالب علموں کی علمی تشنگی کو تسکین دیتا ہے اور چاہے نہ چاہے' اس کی سیرت و کردار کو ایک رخ دیتا ہے ۔نئی نسل کو زندگی کے حقیقی مقصد سے آشنا کر کے زندگی کے میدان میں داخل کرنا' ایک مسلم استاد کا اصل امتحان ہے' لیکن ایسے مسلمان استادوں کی تربیت اور تیاری کا کوئی نظام مسلمانوں کے اتنے بہت سارے آزاد ممالک ہونے کے باوجود کہیں کام نہیں کر رہا ہے ۔

جہاں پورے کا پورا نظام تعلیم مغرب کا ورثہ ہے اور اب بھی مغرب سے ہی بلا سوچے سمجھے اخذ و قبول جاری ہے ' وہاں اساتذہ کی تربیت کا نظام اس سے مستثنیٰ کیوں ہو! اب تو یونیسکو ہی نہیں ' ورلڈ بنک اور ایشین بنک تک مسلم ممالک کی تعلیمی حکمت عملی طے کرنے لگے ہیں اور این جی او کے پردے میں اساتذہ کے تربیتی ادارے قائم ہو رہے ہیں۔

اس پس منظر میں ' ڈاکٹر ظفر اقبال کا زیر نظر ' ڈاکٹریٹ کا مقالہ ان ملکوں اور اداروں کے لیے راہ کشا ہے جو ۲۱ ویں صدی میں مسلمانوں کی تقدیر کی بازیافت کے لیے نئی نسل کی تیاری میں استاد کے کلیدی کردار سے آگاہ ہوں۔ فاضل محقق نے موضوع کے تمام پہلوؤں کا بخوبی احاطہ کیا ہے اور ہر نکتے پر پیشہ ورانہ اور علمی بحث کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے میدان میں یہ ایک غیر معمولی کام ہے اور انگریزی میں ہونے کی وجہ سے نہ صرف مسلم دنیا کے پالیسی سازوں کے لیے دستیاب ہے بلکہ مغرب کے ماہرین تعلیم کے لیے بھی ' جو اسلام میں دلچسپی رکھتے ہیں ' قابل قدر ہے۔

کتاب کے آغاز میں علم ' خدا ' انسان ' کائنات ' اقدار اور معاشرے کے اسلامی تصور کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک باب میں اسلامی نظام حیات میں تعلیم کے مقام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد استاد اور تدریس کے موضوع پر قدیم مسلم مفکرین کے خیالات کی مدد سے استاد کے منصب کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ اگلے باب میں دنیا کے کئی ممالک مثلاً چین ' انڈونیشیا اور سویڈن میں اساتذہ کے تربیتی اداروں کے نظام کا جائزہ لیتے ہوئے مفید نکات اخذ کیے گئے ہیں۔ آخری ۱۲۵ صفحات میں تفصیل سے ' جزئیات میں جا کر ' ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کر کے اساتذہ کی تربیت کا مجوزہ ماڈل پیش کیا گیا ہے جو مصنف کا اصل کارنامہ ہے۔ اس کی تیاری میں ان کی محنت کی حقیقی داد تو یہ ہے کہ کوئی ادارہ یا ملک اس ماڈل کو اختیار کر لے۔ ہمارے ملک کے ماہرین تعلیم کو نہ صرف اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے بلکہ جو افراد اساتذہ کے تربیتی اداروں کے ذمہ دار ہیں انھیں اپنے لیے اور اپنے زیر تعلیم اساتذہ کے لیے اس کتاب سے رہ نمائی لینے میں کسی سرکاری اجازت کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

(مسلم سجاد)

مجلہ **اردو بک ریویو** ' مدیر: اسرار عالم۔ پتا: ۱۷۳۹/ ۳ بیسمنٹ ' نیو کوہ نور ہوٹل ' پٹودی ہاؤس ' دریا گنج ' نئی دہلی۔ صفحات: ۶۴۔ سالانہ چندہ برائے سارک ممالک: ۳۰۰ روپے۔ دیگر ممالک ۱۲ ڈالر۔

ہر ماہ پاکستان اور بھارت (بلکہ ایک حد تک کئی دیگر ممالک) میں مختلف علوم و فنون سے متعلق سیکڑوں کتابیں چھپتی ہیں مگر اردو قارئین اکثر نئی کتابوں کی آمد و اشاعت سے بے خبر رہتے ہیں۔ مختلف رسائل و جرائد تبصروں کے ذریعے نہایت محدود تعداد میں کتابوں کو متعارف کراتے ہیں۔ زیر نظر مجلہ

اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جاری کیا گیا ہے۔ زیر نظر شمارے کا تقریباً نصف حصہ بعض علمی و اشاعتی موضوعات پر مشتمل ہے اور باقی حصے میں کتابوں پر تبصرے ' خبریں اور نئی کتابوں کی فہرست شامل ہے۔ تبصروں کے ۱۰ صفحات (۱۵ کتابیں) کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ (بک ریویو میں "ریویو" کا حصہ غالب نظر آنا چاہیے) دو چار اہم تر کتابوں پر تفصیل کی اطلاعات ' مع فہارس مضامین ' ریویو آرٹیکل آنے چاہییں ۔ اسی طرح اردو رسائل و جرائد کی تازہ اشاعتوں کی اطلاعات بھی شائع کی جائیں ۔ خبروں کا حصہ بھی دلچسپ ہے ۔ یہ خبر درست نہیں کہ "بال جبریل" کا کوئی انگریزی ترجمہ ابھی تک نہیں چھپا (ص ۴۶) سید اکبر علی شاہ کا ترجمہ غزلیات "بال جبریل" لاہور سے ۲ بار چھپ چکا ہے ۔ امید ہے دنیائے مجلات اور علمی حلقوں میں اس کا خیر مقدم کیا جائے گا (ر - ہ)۔

سہ ماہی The Quranic Horizons ' مدیر اعلیٰ ڈاکٹر ابصار احمد ۔ پتا ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن ' لاہور ' ۵۴۷۰۰ ۔ صفحات: ۷۲ ۔ قیمت: ۳۰ روپے ۔

قرآن کے پیغام عمل کی اشاعت کے لیے مرکزی انجمن خدام القرآن کے اس انگریزی سہ ماہی رسالے کی پہلی اشاعت (جنوری ۹۶) میں چار انتہائی قیمتی مقالات پیش کیے گئے ہیں ۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے نبوت کے مقاصد پر ' پروفیسر بی ایچ صدیقی نے اسلام اور جدیدیت پر اور ایس کے ہاشمی نے فرقہ واریت پر فکر انگیز خیالات کا اظہار کیا ہے ۔

A wake up call کے عنوان سے ڈاکٹر احمد افضال نے معاشرے میں مرد اور عورت کے مقام کے بارے میں مغرب کے غلط تصور اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اخلاقی اور جنسی بحران کے حوالے سے اسلامی تعلقات کو نہایت فاضلانہ اور تحقیقی انداز سے پیش کیا ہے ۔ آج مغرب جن حالات سے پریشان ہے ' ہمارے ذرائع ابلاغ معاشرے کو اسی طرف لیے جا رہے ہیں ' اس لیے جاگنے اور مستعد ضرورت ہے"۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک معیاری مجلہ ہے ۔ امید ہے کہ اس کی اشاعت باقاعدگی سے جاری رہے گی اور انگریزی پڑھنے والوں کو ایسی معیاری تحریریں فراہم ہوں گی جو انھیں قرآن کے حقوق ادا کرنے پر ابھاریں گی ۔ اپریل تا جون کا دوسرا شمارہ بھی بعض عمدہ مضامین کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے (م - س)۔